سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

حاصلاتِ تعلم

- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا حسب نسب اور ولادت باسعادت بیان کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن تحریر کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت تحریر کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کر سکیں۔
- سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی دینی خدمات بیان کر سکیں۔

حسب و نسب: حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا پورا نام حسین بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور والدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت حضرت محمد مصطفیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ ہیں، یعنی والدہ اور والد دونوں طرف سے آپ ہاشمی اور صاحبِ شرف و فضیلت ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو عبد اللہ" اور القاب "سَیِّدُ الشُّهَدَاءِ"، "سَیِّدُ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ" اور "رِیْحَانَةُ النَّبِیِّ" ہیں، جبکہ امتِ مسلمہ میں آپ رضی اللہ عنہ "شہیدِ کربلا" کے لقب سے بھی یاد کیے جاتے ہیں۔

ولادتِ باسعادت: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت بی بی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر میں ابتدائی تواریخ شعبان سن ۳ یا ۴ ہجری کو مدینہ منورہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما دونوں بھائی سیرت و صورت میں حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے مشابہ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی پیدائش پر آپ کے نانا آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، پھر ساتویں دن آپ رضی اللہ عنہ کا نام "حُسین" رکھا، ساتھ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کیے۔ سر کے بال اتار کر دفن کیے گئے اور ان کے ہم وزن چاندی خیرات کی گئی۔

بچپن کا زمانہ: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بچپن کا زمانہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ، والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ پرورش میں گزرا۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سات سال اور حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ چھ برس کے ہوئے تو ان کے شفیق و مہربان نانا کی رحلت ہو گئی، یہ غم ابھی

بھرا ہی نہ تھا کہ کچھ ماہ بعد والدہ ماجدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بھی اپنے دونوں نونہالوں کو داغِ مفارقت دے گئیں۔

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ جب نماز میں مشغول ہوتے تو یہ دونوں ننھے نماز میں سجدہ کے دوران پیٹھ مبارک پر چڑھ جاتے تو آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ سجدہ کو لمبا کرتے اور آپ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے کبھی انھیں منع نہیں فرمایا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن اپنے بھائی کی طرح اپنے گھر میں والدین رضی اللہ عنہما اور حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ساتھ گزرا، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو پیار و محبت دیتے، اور ان سے عزت و احترام سے پیش آتے۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے بہت زیادہ ذہین و فطین اور اعلیٰ سیرت و اخلاق کے مالک تھے، جس کا ثبوت درج ذیل واقعہ ہے: ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی وضو کر رہا ہے، لیکن اس کا وضو کرنے کا طریقہ درست نہیں تھا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: "اے چچا! ہم چھوٹے ہیں، وضو کر رہے ہیں، دیکھنا کہیں وضو میں غلطی تو نہیں کرتے۔" جب آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا تو وہ آدمی دیکھ کر متنبہ ہو گیا کہ یہ دونوں تو وضو صحیح کر رہے ہیں، مگر میرا وضو درست نہیں۔

(بحار الانوار، امام مجلسی، ج ۴۳، ص ۳۱۹)

تعلیم و تربیت: سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابتدائی تعلیم نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور اپنے والدین سے حاصل کی۔ خصوصاً قرآن کریم کے معنی و مفہوم اور مطالب کی تعلیم والدین سے حاصل کی۔

والدہ کی وفات کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحب زادوں کی تعلیم و تربیت نہایت ہی عمدہ نہج پر کی کہ ان کی زندگانیاں رہتی دنیا تک ایک مثال قائم ہو گئیں۔

فضائل: سیدنا امام حُسین رضی اللہ عنہ کی سب سے بڑی فضیلت آپ رضی اللہ عنہ کا نبوت والے گھرانہ میں پیدا ہونا ہے کہ جس کے نانا نبی آخر الزمان حضور کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ، نانی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، دادا حضرت ابو طالب بن عبد المطلب، دادی فاطمہ بنتِ اسد، والد حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ، والدہ خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور بھائی سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ہوں، اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہو سکتی ہے۔ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی مبارک زبان سے آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔

حضور اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ (سنن ترمذی:۳۷۸۱)

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِيْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِيْ ترجمہ: جو شخص حسن اور حسین سے محبت کرتا ہے وہ گویا مجھ سے محبت کرتا ہے، اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ گویا مجھ سے بغض رکھتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث:۱۴۳)

ایک دفعہ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کسی دعوت پر جا رہے تھے کہ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے بڑھ کر ان کو پکڑنے کے لیے اپنے ہاتھ پھیلائے۔ اس پر وہ اِدھر اُدھر بھاگنے لگے، آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اس کو ہنساتے ہوئے آخر میں پکڑ لیا، اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: "حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ اَحَبَّ حُسَيْناً، حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِّنَ الْاَسْبَاطِ"۔ (حُسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے، جس کی حسین سے محبت ہو گی اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھے گا۔ میرے نواسوں میں سے حسین ایک نواسہ ہے)۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث: ۱۴۴)

سیدنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ جب آخری ایام میں علیل ہو گئے تو خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اپنے دونوں صاحب زادوں کے ساتھ آپ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ابا جان! آپ میرے ان بیٹوں کو کچھ عنایت کریں۔ تو رسولِ کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: اَمَّا الْحَسَنُ فَلَهٗ هَيْبَتِيْ وَ سُؤْدَدِيْ وَ اَمَّا الْحُسَيْنُ فَلَهٗ جُرْأَتِيْ وَجُوْدِيْ (المعجم الکبیر للطبرانی:۱۸۵۰۸) ترجمہ: ہم نے اپنی ہیبت و سرداری حسن کو اور جرأت و سخا حُسین کو عطا کی۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرنا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے محبت کرنا ہے اور ان دونوں سے بغض و عناد رکھنا نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ سے بغض و عناد رکھنا ہے۔

دینی خدمات، سیرت و کردار: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دین اسلام کے احیاء اور قرآن و سنت کی اشاعت میں بے مثال خدمات ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہ درسِ قرآن مجید و حدیث شریف کے لیے مسجد میں بیٹھتے تو لوگوں کا بڑا حلقہ آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو جاتا، جب آپ رضی اللہ عنہ بولنے لگتے تو سب کے سب توجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو سنتے اور اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کرتے گویا ان کے سَروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

اس کے علاوہ مدینہ منورہ کے لوگ قرآنی آیات کی تشریح، احادیث مبارکہ اور دیگر شرعی مسائل معلوم کرنے کے لیے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ کردار کے مالک تھے۔ اس کے علاوہ عبادت و ریاضت، زہد و تقویٰ، سخاوت و شجاعت کے پیکر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ۲۵ بار حج ادا کیے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی اخلاقِ حسنہ اور اوصاف حمیدہ سے لبریز تھی۔

شادی اور اولاد: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ۴ شادیاں کیں، جن سے اولاد بھی ہوئی جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

زوجہ	اولاد
حضرت لیلیٰ بنت ابی مرّۃ رضی اللہ عنہا	حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ (جو کربلا میں شہید ہوئے۔)
حضرت سلامہ (شہر بانو) رضی اللہ عنہا	حضرت علی رضی اللہ عنہ (جو زین العابدین کے نام سے مشہور ہیں۔) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا
حضرت قضاعیۃ رضی اللہ عنہا	حضرت جعفر رضی اللہ عنہ
حضرت رباب بنت امری القیس رضی اللہ عنہا	حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ (جو کربلا میں شہید ہوئے۔) حضرت سُکینہ رضی اللہ عنہ (واقعہ کربلا میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھیں۔)

یزید کی بیعت سے انکار اور سانحہ کربلا: یزید کی تخت نشینی کے بعد مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ نے یزید کے حکم سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت کرنے کے لیے بلایا، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کیا اور مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ امام رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ میں چار ماہ قیام فرمایا۔ اس دوران کوفہ کے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی طرف خطوط بھیجے کہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آجائیں، تاکہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کریں، آپ رضی اللہ عنہ کے سوا ہمارا کوئی پیشوا اور امام نہیں اس لیے کہ یزیدی حکومت میں اسلامی اقدار کی پامالی ہو رہی ہے اور اسلامی احکامات کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا تاکہ وہ جا کر حالات کا جائزہ لیں۔ اس دوران یزید کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے آنے کے بارے میں اطلاع دی گئی، پھر یزید نے کوفہ کے گورنر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد کو گورنر مقرر کیا اور حکم صادر کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نمائندے مسلم بن عقیل کو قید یا قتل کیا جائے۔

اسی دوران مسلم بن عقیل نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ آپ رضی اللہ عنہ کوفہ آجائیں اور کوفہ کے لوگ میرے ہاتھ پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر چکے ہیں۔ ادھر ابن زیاد نے مسلم بن عقیل کو شہید کروادیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ۸ ذی الحجہ ۶۰ ہجری کو مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے۔ چوبیس دنوں کا نہایت طویل اور کٹھن سفر طے کر کے ۲ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو مقام کربلا پہنچے۔ یزیدی لشکر کے کمانڈر عمر بن سعد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی بیعت پر اصرار کیا اور اس بات چیت کا سلسلہ دو محرم الحرام سے دس محرام الحرام تک چلتا رہا، مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت اور باطل کے سامنے جھکنے سے صاف انکار کر دیا۔ بالآخر ۱۰ محرم الحرام ۶۱ ہجری کو حق و باطل کا معرکہ ہوا، جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال اور جان نثاران کے ساتھ بھوک اور پیاس کی حالت میں شہید کر دیے گئے۔ اسی طرح حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دینِ اسلام کی سربلندی اور کلمہ حق کی برتری کے لیے عظیم الشان قربانی دے کر عالمِ اسلام کے لیے ایک مثال قائم کر دی۔

آرام گاہ: عراق کا شہر "کربلا" جو آج کل مشہور شہروں میں شمار ہوتا ہے، وہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک واقع ہے اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کی آرام گاہ ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل کے بارے میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟

۲۔ واقعہ کربلا کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ اس پر ایک مختصر نوٹ تحریر کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب بیان کریں۔

۲۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کے وضو کو کس طرح درست کروایا۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی آخری آرام گاہ ہے:

(الف) کوفہ　　(ب) بصرہ

(ج) کربلا　　(د) مدینہ منورہ

۲۔ یزید نے کوفہ کا نیا گورنر بنایا تھا:

(الف) عبید اللہ بن زیاد کو (ب) ولید بن عتبہ کو

(ج) مسلم بن عقیل کو (د) نعمان بن بشیر کو

۳۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۱ ھ میں ہوئی:

(الف) ۱۰ محرم الحرام (ب) ۱۵ شعبان

(ج) ۱۲ ربیع الاول (د) ۱۰ شوال

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

حاصلاتِ تعلم

- حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی پیدائش اور حسب نسب بیان کر سکیں۔
- حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ذاتی اخلاقی واوصاف اور فضائل بیان کر سکیں۔
- حضرت عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی دینی جدوجہد اور کارنامے تحریر کر سکیں۔

نام و نسب: اسلامی تاریخ میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنی کنیت "ابو عبیدہ" سے پہچانے جاتے ہیں۔ تاہم آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عامر بن عبداللہ بن جراح بن ہلال تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قریش کی شاخ "بنو فہر" سے تھا، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ قبیلہ بنو حارث میں سے تھی۔ جو مشرف باسلام ہوئیں۔ تاہم آپ رضی اللہ عنہ کے والد کفر کی حالت میں جنگ بدر میں قتل ہو گئے۔ اسلام کی حمیت میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نام میں غیر مسلم والد کا نام شامل کرنا گوارا نہ کیا اور دادا کی طرف نسبت کر کے ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کہلانے لگے۔

ولادت: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا خاندان اصل سے مکہ کا رہائش پذیر تھا، جہاں پر عام الفیل کے گیارہ برس بعد عبداللہ بن جراح فہری کے گھر میں آپ رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ مکہ میں ہی آپ رضی اللہ عنہ پلے بڑھے۔

قبولِ اسلام: بعثت نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے اعلان کے وقت حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ انتیس سال کے نوجوان تھے، جوانی کے جوش، آزادانہ ماحول کے اس دور میں بھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعے جب اسلام کا آفاقی پیغام آپ رضی اللہ عنہ تک پہنچا تو بغیر کسی تردد کے فوراً اسلام لے آئے۔ اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے آٹھ لوگوں کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کا شمار ہوتا ہے۔

ذاتی خصائل و اوصاف: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ عمدہ خصائل و اوصاف حمیدہ کے مالک تھے، آپ رضی اللہ عنہ پر حد درجہ کا اللہ تعالیٰ کا خوف غالب تھا، طبیعت میں تواضع اور زہد جیسی صفات کُوٹ کُوٹ کر بھری ہوئی تھیں، جرأت و بہادری خاندانی ورثہ میں ملی تھی، آپ رضی اللہ عنہ نہایت سادہ کھاتے اور سادہ اوڑھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کی قیادت اور شام کی ولایت سنبھالنے کے عہدے بھی حاصل ہوئے۔ تاہم آپ رضی اللہ عنہ کے قناعت وزہد پر ان چیزوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب آپ رضی اللہ عنہ شام و فلسطین کی مہم پر لشکر کے سپہ سالار تھے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں آ پہنچے تو وہاں تلوار اور ڈھال کے علاوہ

کوئی اور سامان نہیں پایا تو فرمانے لگے: ”(اے ابو عبیدہ!) ضرورت کا کچھ تو سامان اپنے پاس رکھ لیا کرو“۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: یَا اَمِیْرَالمومنین اِنَّ ھٰذَا سَیُبْلِغُنَا الْمَقِیْلَ۔ (اے امیر المومنین! ہماری یہی (سادگی والی) حالت ہمیں بہت جلد ہماری آسائش گاہ تک پہنچادے گی)۔ (مصنف عبد الرزاق، کتاب الجامع، باب زھد الصحابۃ ۱۱/۳۱۱)

دوسری مرتبہ فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب ارضِ فلسطین میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے دولت خانہ پر کھانے کے لیے تشریف لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے سامنے سوکھی روٹی کے کچھ ٹکڑے پانی میں بھگو کر پیش کیے جو وہ خود بھی تناول کرتے تھے۔ اس وقت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”شام میں آکر سب ہی بدل گئے، لیکن ابو عبیدہ! ایک تم ہی ہو کہ اپنی وضع پر قائم ہو۔ الحمد للہ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں (کہ عہدہ و منصب کے باوجود) ان کی نظر میں سیم و زر کی کوئی حقیقت نہیں“۔ (سنن ابی داوٗد، کتاب الزھد، حدیث: ۱۱۵)

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا قد لمبا، پتلا اور بدن کمزور و نحیف تھا، آپ رضی اللہ عنہ کی صورت و شکل تو بلاشبہ سادگی اور کمزوری کی عکاس تھی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی سیرت و کردار سے اسلام کے لیے وہ کارنامے سرانجام دیئے کہ آج بھی آپ رضی اللہ عنہ کا نام اسلام کے عظیم سپہ سالاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

فضائل و مناقب: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لیے سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ ایک مجلس میں رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے جن دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دنیا میں ہی جنتی ہونے کی خوشخبری دی تھی ان میں سے آپ رضی اللہ عنہ بھی ایک ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو جنگ بدر میں شرکت نصیب ہوئی، اور بدری صحابہ رضی اللہ عنہم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک ممتاز شان رکھتے ہیں جن کی تعریف قرآن کریم میں بھی کی گئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ کی طرف ہجرت کرکے دو ہجرتوں کی سعادت حاصل کی۔

ہجرت کے نویں سال جب یمن کی طرف سے علاقے نجران کے بعض اہلِ کتاب حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کی خدمت میں علمی مناظرہ کے لیے حاضر ہوئے اور ناکام ہو کر بالآخر جزیہ کے لیے آمادہ ہوئے تو انھوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ہمارے اوپر جو بھی جزیہ مقرر فرمائیں گے ہم وہ ادا کریں گے۔ آپ ہمارے ساتھ ایک امین آدمی بھیجیے تو آپ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا: ھٰذَا اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ (یہ شخص اس امت کا امین ہے)۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۴۳۸۰)

دینی جدوجہد اور کارنامے: حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے جس طرح ایمان لانے میں سبقت حاصل کی اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے اس راہِ حق میں پیش آنے والی آزمائشوں اور مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ اور ہر موقع پر استقامت سے قائم رہے۔ ساتھ ہی اسلام کی اشاعت کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی ان بے مثال کاوشوں اور کارناموں سے تاریخِ اسلام کے اوراق بھرے ہوئے ہیں۔

جب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے مدینہ منورہ کو باقاعدہ ایک اسلامی ریاست قرار دیا۔ اور مدینہ منورہ کے دفاع کو مضبوط کرنے کے لیے سن ۲ ہجری میں جہاد کی فرضیت ہوئی۔ تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں بھرپور حصہ لیا، سن ۳ ہجری میں غزوہ احد کے وقت کفار کے حملہ میں جب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا چہرہ انور زخمی ہو گیا اور جسم اطہر میں زرہ کی فولادی کڑیاں پیوست ہو گئیں تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دانتوں سے ان کو کھینچ کر نکالا جس سے ان کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قائدانہ صلاحیتوں کو دیکھ کر رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فتح مکہ کے وقت پورے لشکرِ اسلام کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ایک جتھے کا امیر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ دونوں خلفاء کے خاص مشیروں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب آپ رضی اللہ عنہ کو شام کے لیے لشکر کی سربراہی میں بھیجا تو تھوڑے عرصہ میں حمص، شام اور بیت المقدس فتح ہو گئے۔ ۱۶ ہجری اور ۶۳۷ء کو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سامنے رومی سربراہ بیت المقدس مسلمانوں کے حوالہ کرنے پر راضی ہوئے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیت المقدس مسلمانوں کے ماتحت ہو گیا اور فاتحِ شام و بیت المقدس جیسے اعزازات حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئے۔

وفات و مدفن: ان دنوں مسلمانوں کی فوجی چھاؤنی فلسطین کی نواحی علاقہ "عمواس" میں تھی کہ اچانک "طاعون" کی وبا پھیلنی شروع ہوئی۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو دمشق کے قریب "جولان" علاقہ میں "جابیہ" کی طرف منتقل کر دیا، تاہم وبا کے اثرات اتنے پھیل چکے تھے کہ ہزاروں مسلمان فوجی شہید ہو گئے۔ جن میں حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ رضی اللہ عنہ ۱۸ھ کو ۵۹ برس کی عمر میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی آخری آرام گاہ مغربی اردن کے شہر "دیر علا" میں واقع ہے، جہاں ایک چھوٹی سی مسجد بھی قائم ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا خاندانی تعارف کیا ہے؟

۲۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی پیدائش کب ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو دادا کی طرف کیوں منسوب کیا؟

۳۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو" اَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ" کیوں کہا گیا؟

۴۔"سریہ سیف البحر" میں مسلمانوں کی خاص مدد کا کون سا واقعہ پیش آیا؟

۵۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی سادہ زندگی سے کوئی ایک مثال پیش کریں۔

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر" ✓ "کا نشان لگائیں:

۱۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا نام تھا:

(الف) عبداللہ (ب) عمر

(ج) عمران (د) عامر

۲۔"اَمِیْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ" لقب تھا:

(الف) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا (ب) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا

(ج) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا (د) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا

۳۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے دو ملکوں کی طرف ہجرت کی:

(الف) حبشہ و مدینہ منورہ (ب) مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ

(ج) شام و فلسطین (د) طائف و مدینہ منورہ

۴۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی وفات کا سبب تھا:

(الف) شہادت (ب) طاعون کی وبا

(ج) بخار (د) دل کا دورہ

ہدایات برائے اساتذہ کرام: اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ طلبہ وطالبات کو بیت المقدس کی موجودہ صورتحال سے واقف کرائیں۔ اور اس سلسلہ میں ایک مذاکرہ کا اہتمام کریں۔

جابر بن حیان

حاصلاتِ تعلم

- جابر بن حیان کا نام و نسب اور حالاتِ زندگی بیان کر سکیں۔
- جابر بن حیان کے سائنسی کارنامے اور تصانیف تحریر کر سکیں۔

تعارف: جابر بن حیان مشہور مسلمان سائنسدانوں میں سے ایک ہیں، جن کو علمِ کیمیا میں "بابائے کیمیا" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ علمِ کیمیا کے علاوہ، فلکیات، طب، جیومیٹری، فلسفہ، منطق، سیاسیات و ادب میں بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کامل مہارت حاصل تھی۔

نام و نسب: آپ کا پورا نام جابر بن حیان بن عبد اللہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ ہے اور لقب "صوفی" اور کنیت "ابو موسیٰ" ہے۔ ان کے آباؤ واجداد خراسان و طوس سے تعلق رکھتے تھے، جہاں ۱۰۲ ہجری کو قبیلہ ازد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔ ان تمام نسبتوں کی وجہ سے وہ اپنی کتابوں کے اوپر نام کے ساتھ "کوفی"، "ازدی"، "طوسی" یا "صوفی" لکھتے ہیں۔ اہلِ یورپ ان کو "Gaber" کے نام سے جانتے ہیں۔

حالاتِ زندگی: جابر کے والد حیان بن عبد اللہ اصل میں شام کے رہنے والے تھے، جہاں کے سیاسی و اقتصادی حالات کی ابتری کی وجہ سے وہ نقل مکانی کر کے طوس میں سکونت پذیر ہو گئے، حیان بن عبد اللہ عطر کا کاروبار کرتے تھے، اس لیے طوس میں آتے ہی انھوں نے اپنی آبائی حرفت کی بدولت وہاں "خوشبو کی دکان" لگائی۔

دکان بننے کے کچھ مہینے بعد جابر کی ولادت ہو گئی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدائی تعلیم وہیں طوس میں اپنے والد محترم کی زیرِ نگرانی ہوئی۔ ساتھ ہی وہ جب اسکول کے کام سے فارغ ہوتے تو سیدھے آ کر اپنے والد کے ساتھ دکان پر بیٹھ جاتے۔ پہلے تو صرف دیکھتے اور وہاں موجود چیزوں کے بارے میں پوچھتے لیکن بعد میں اپنے والد کا کاروبار میں باقاعدہ ہاتھ بٹانے لگے۔ ساتھ ہی اس کی دلچسپی دکان میں موجود عطر، خوشبوؤں، خوشبو بنانے کے لیے کام آنے والی جڑی بوٹیوں، پودوں، پھولوں اور دیگر چیزوں کی طرف بڑھنے لگی۔ اپنے والد سے معلومات لیتے، چیزوں کو پرکھتے پھر اس کے بارے میں تجربات کرتے اور ان کے خواص ذہن نشین کرتے۔ حیان اپنے بیٹے کی دلچسپی کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کو حتی الوسع موضوع کے متعلق کتابیں اور معلومات فراہم کرتے رہے ساتھ ہی اس کو قدیم فلاسفروں کے بارے میں بھی بتاتے تھے۔

جب جابر بن حیان کے والد وفات پا گئے تو انھوں نے اپنے والد کی وصیت کو یاد کرتے ہوئے پھر سے نئے جذبے کے ساتھ اپنی تعلیم پر توجہ دی، آپ کے اساتذہ میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد کی وصیت تھی کہ "تم خوب محنت سے کام لو، ایک دن ضرور تمہارا شمار بڑے بڑے سائنسدانوں میں ہو گا"۔ اس بات کو یاد کرتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ طبعیات، ریاضی اور دیگر علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی عمر تیس برس ہوئی تو اپنے خاندان کو لے کر "کوفہ" منتقل ہو گئے۔

سائنسی کارنامے: جابر بن حیان نے دواسازی اور دھات سازی میں بہت سے تجربات کیے اور نئی نئی چیزیں دریافت کیں اور خاص طور سے علم کیمیا سے متعلق اصول وضع کیے جو آج تک قابلِ اعتبار سمجھے جاتے ہیں۔ جڑی بوٹیوں اور پھلوں کو گرم کر کے ان سے عرق نکالنے کے لیے انھوں نے "قرع انبیق" نامی آلہ تیار کیا، جس کو آج کے زمانے میں قرنفل کہا جاتا ہے۔

انھوں نے "گندھک کا تیزاب"، "نمک کا تیزاب"، "کاربونیٹ آرمینک سلفائیڈ"، "خضاب بنانے کا طریقہ"، "دھات کو کشتہ بنانے"، "لوہے پر وارنش کرنے کے طریقے ایجاد کیے۔ یہ پہلا کیمیادان تھا جس نے مادہ کی تین حصوں میں درجہ بندی کی۔ نباتات، حیوانات اور معدنیات۔ پھر معدنیات کو بھی تین حصوں میں تقسیم کیا: بخارات میں تبدیل ہونے والی اشیاء، آگ پر پگھلنے والی اشیاء اور وہ اشیاء جو گرم ہو کر پھٹ جائیں۔

سابقہ مطالعہ اور تجربات کی بنیاد پر انھوں نے دواسازی، طب اور دھات سازی کے بارے میں غور و خوض کر کے بہت سی چیزیں ایجاد کیں، جو پہلے کسی نے بھی معلوم نہیں کی تھیں، مختلف دھاتی اجزاء اور کیمیائی عوامل کے ذریعے انھوں نے ایک مادہ مائع حالت میں تیار کیا جو ہر چیز کو جلا رہا تھا، اس کا نام "تیز آب" سے "تیزاب" پڑ گیا۔ اس طرح ان کی کاوشوں سے ایک نئے سائنسی فن "کیمیا" کی بنیاد پڑ گئی۔

جابر بن حیان کی تصانیف: جابر بن حیان کو کثیر التصانیف لوگوں میں شمار کیا جاتا ہے، ان کے رسائل اور کتب کی تعداد ۲۳۲ سے تجاوز کر جاتی ہے، ایک قول کے مطابق ان کی پانچ سو سے زیادہ تالیفات تھیں جن میں سے اکثر زمانہ کے حالات کی نذر ہو کر ضائع ہو گئیں۔ جابر بن حیان کی بہت سی عربی کتابیں لاطینی اور پھر لاطینی سے انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر یورپ تک پہنچ گئیں، اس طرح ان کی بدولت یورپ علم کیمیا سے روشناس ہوا۔

ان کتابوں میں سے "ایضاح"، "الخواص الکبیر"، "المیزان" علم کیمیا سے متعلق ہیں۔ (اعظم علماء کیمیا جابر بن حیان - ص: ۲۰) جب کہ دیگر کتب فلکیات، طبعیات، جیومیٹری، فلسفہ و منطق اور علم سیاسیات کے بارے میں ہیں۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات تحریر کریں:

۱۔ جابر بن حیان کی علم کیمیاء میں خدمات تحریر کریں۔

۲۔ جابر بن حیان کی تصانیف کے متعلق آپ کیا جانتے ہیں؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے مختصر جوابات تحریر کریں:

۱۔ جابر بن حیان کے خاندان اور جائے پیدائش کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۲۔ جابر بن حیان کے والد کا کون سا کاروبار تھا ؟

۳۔ جابر بن حیان بغداد کس طرح پہنچے اور وہاں ان کا کیسے استقبال ہوا؟

۴۔ جابر بن حیان کی کون سی مشہور ایجادات ہیں؟

۵۔ جابر بن حیان رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے علم کیمیا سے متعلق کتابوں کے نام بتائیے۔

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر "✓" کا نشان لگائیے:

۱۔ جابر بن حیان کے دادا کا نام تھا:

(الف) عبید اللہ (ب) عبد الرحمٰن (ج) عبد اللہ

۲۔ جابر بن حیان کے خاندان کا نام تھا:

(الف) قریش (ب) صدیقی (ج) ازد

۳۔ جابر بن حیان کے والد کا کاروبار تھا:

(الف) لکڑیاں بیچنے کا (ب) خوشبو کا (ج) چمڑا تیار کرنے کا

۴۔ جابر بن حیان کی مشہور ایجاد ہے:

(الف) کمپیوٹر (ب) بلب (ج) تیزاب

۵۔ عرق نکالنے کے لیے انھوں نے ایجاد کیا:

(الف) مٹکا (ب) قرع انبیق (ج) بوتل

ہدایات برائے اساتذہ کرام

اساتذہ کرام کو چاہیے کہ طلبہ وطالبات کو (۱) جابر بن حیان کی تصنیفی خدمات پر خاص طور پر رہنمائی کریں۔
(۲) مسلمانوں کی سائنسی خدمات پر ایک مذاکرہ منعقد کریں۔

حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ

حاصلاتِ تعلم

- حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت اور بچپن کے احوال تحریر کر سکیں۔
- حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم و تربیت اور روحانی سلسلہ بیان کر سکیں۔
- حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، روحانی و مجاہداتی خدمات بیان کر سکیں۔

تعارف: سرزمین سندھ ہمیشہ سے مردم خیز خطہ رہا ہے، جس میں وہ بزرگ ہستیاں پیدا ہوئیں جن کی وجہ سے سندھ کو علم و ادب اور امن و سکون کی سرزمین شمار کیا جاتا ہے۔ ایسی بزرگ شخصیات میں سے سندھ کی مایہ ناز شخصیت حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک ہیں۔

آپ کا پورا نام سید محمد راشد بن محمد بقا بن محمد امام شاہ ہے، جب کہ آپ کا لقب روضہ دھنی (روضہ والا) اور کنیت ابو یاسین ہے۔ حضرت محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ سندھ کے مشہور سادات قبیلہ "راشدی خاندان" کے جد امجد ہیں، آپ کا سلسلۂ نسب چھتیس پشتوں کے بعد حضرت امام حسین بن امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔

حضرت محمد راشد کے خاندان کے جد امجد حضرت سید علی مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنھوں نے دینِ اسلام کی اشاعت کی خاطر اپنا وطن چھوڑا اور کوسوں دور آکر سندھ کے قدیم شہر سیوستان (سہون) کے قریب "لک آری" میں سکونت اختیار کی۔ اس وجہ سے آپ کا خاندان "لکیاری" مشہور ہوا۔

لکیاری سادات میں مشہور بزرگ حضرت شاہ صدر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد سے حضرت سید محمد بقاء شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے جید عالم اور عارف باللہ اور باکمال بزرگ تھے۔ جو حضرت محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے۔

ولادت باسعادت: حضرت پیر محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت رمضان المبارک ۱۱۷۱ھ میں خیر پور میرس کے قریب ایک گاؤں رحیم ڈنو کلھوڑو میں ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ رمضان المبارک میں دودھ پیتے اس بچہ کی یہ عادت ہو گئی کہ سحری کے وقت اپنی والدہ کا دودھ پی کر سارا دن روزہ داروں کی طرح گزارتے اور مغرب کی اذان کے وقت پھر دودھ کے لیے اپنی والدہ سے چمٹ جاتے۔ چنانچہ اس رَوِش کے سبب آپ کو "روزہ دھنی" (روزہ والا) کہا جانے لگا، بعد میں آپ کے روضہ (مزار) کی طرف منسوب کرکے آپ کو "روضہ دھنی" (روضہ والا بزرگ) کہا گیا۔

بچپن کا زمانہ: پیر سید محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ نیک بخت والد کے سعادت مند فرزند تھے، جس کے آثار آپ کی ابتدائی زندگی سے ہی نمایاں تھے۔ آپ کے بچپن کا زمانہ تلاوتِ قرآن اور ذکر الٰہی کرنے والی والدہ کی گود میں گذرا۔ اپنے ہم

عمر بچوں کے ساتھ کھیل کود اور فضول کاموں میں مشغول ہونے کی بجائے آپ کا اکثر وقت گھر کے پاکیزہ اور روحانی ماحول میں گزرتا جس کے باعث آپ کو بچپن سے ہی علم و عرفان سے شغف ہو گیا۔ حصولِ علم کی عمر کو پہنچنے تک اپنے گھر اور والدین کے زیرِ سایہ رہے۔

تعلیم و تربیت: حضرت سید محمد بقا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لیے خصوصی طور پر وقت مقرر کر رکھا تھا، اور آپ نے سید محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے دوسرے بھائی بہنوں کو گھر پر ہی اپنے پاس ابتدائی تعلیم دینے کا سلسلہ شروع کیا۔ ابتدا سے ہی وہ اپنی اولاد کی ذہن سازی کے لیے ان سے فرماتے:

بیٹا! ہم جو آپ کو یہ ظاہری علوم کی تعلیم دینے کے لیے کوشاں ہیں اس کا مقصد یہ نہیں کہ آپ محض دنیاوی اغراض میں قاضی و عالم کہلاتے رہیں بلکہ شریعت مطہرہ کی واقفیت اور سنت کا اتباع ہے جس میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

حضرت محمد راشد اپنے والدِ گرامی کے علاوہ حافظ زین الدین مہیسر رحمۃ اللہ علیہ اور میاں محمد اکرم گھمرو رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ابتدائی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ مزید تعلیم کے لیے آپ کو شکارپور کے مشہور بزرگ شاہ فقیر اللہ علوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتب میں بٹھایا گیا۔ یہ بزرگ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ کے والد سید محمد بقا شاہ رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں آئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ مدرسہ کے عام طلباء کے کھانے کی بجائے ان کی اولاد کو عمدہ اور الگ کھانا دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا: ''جہاں روٹی کے ساتھ سالن ملتا ہو وہاں علم نہیں حاصل ہو سکتا''۔ چنانچہ پھر آپ کو اپنے بھائی سید علی مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ موجودہ ضلع نوشہرو فیروز کے شہر کوٹری محمد کبیر کے مشہور عالم مخدوم یار محمد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ جہاں سے حصولِ تعلیم کے بعد آپ کو لاڑکانہ کے قریب ''آریجہ گاؤں'' کے استاذالکل حضرت مولانا محمد آریجوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا گیا اور وہاں سے تمام علوم میں سند فراغت حاصل کی۔

روحانی سلسلہ، سلوک و عرفان: حضرت محمد راشد روضہ دھنی نے سلوک کی ابتدائی تربیت اپنے والد گرامی حضرت محمد بقا شاہ سے سلسلہ نقشبندیہ اور پھر قادریہ طریقے میں حاصل کی۔ سید محمد بقا شاہ سلسلہ قادریہ میں جھنگ پنجاب کے حضرت عبدالقادر خامس جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور سلسلہ نقشبندیہ میں مخدوم محمد اسماعیل پریاں لوئی سے بیعت کیے ہوئے تھے۔ چنانچہ ستائیس برس کی عمر میں آپ اپنے والد گرامی حضرت محمد بقا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین مقرر ہوئے۔ اور شریعت و طریقت اور ذکر خداوندی اور سنت نبوی کی اشاعت میں اہم کردار ادا فرمایا۔

علمی، روحانی اور مجاہدانہ خدمات: حضرت محمد راشد رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف علوم روحانی میں کامل تھے بلکہ ظاہری علوم خاص طور پر تفسیر، حدیث، فقہ، تصوف، تاریخ، لغت اور دیگر علوم و فنون میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ کو فارسی اور عربی

زبانوں کے ساتھ غیر معمولی لگاؤ تھا، آپ کی وسعتِ مطالعہ اور کتب بینی کا یہ عالم تھا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی کتاب ہاتھ میں رہتی۔ آپ کے پاس ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا، لوگوں کو کتابوں کا شوق دلانے کے لیے آپ فرماتے: " جو کوئی بھی مہنگی کتابیں خریدے گا، اس کی اولاد سے کبھی علم ختم نہ ہو گا"۔ حضرت محمد راشد عوام کو رشد و ہدایت اور دین کی دعوت کی طرف بلاتے رہتے اور جو وقت بچتا تو تصنیف و تالیف میں مصروف رہتے۔ چنانچہ "جمع الجوامع" فارسی لغت چار ضخیم جلدوں میں، آداب المریدین، مکتوبات، شرح اسماء اللہ الحسنیٰ اور جامع سندھی کلام آپ کی مشہور تصانیف ہیں، جبکہ آپ کے مواعظ، اقوال واحوال کا مجموعہ "ملفوظات شریف پیر محمد راشد روضہ دھنی، 'مجمع الفیوضات' اور 'صحبت نامہ' کے نام سے مشہور ہیں جو آپ کے خلفاء نے مرتب کیے۔

حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کے علمی فیض کے ساتھ آپ کا روحانی فیض کئی ہزار لوگوں کے قلوب کے لیے اکسیر ثابت ہوا۔ اپنے والدِ گرامی سے سلوک میں خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ سندھ کے علاوہ پنجاب، کچھ بُھوج، راجھستان گجرات، کاٹھیاواڑ اور بلوچستان تک سفر کر کے لوگوں کو علمی و روحانی فیض دیتے رہے۔ اس کے علاوہ سماج کے اندر غلط رسوم و بدعات کو ختم کرنے میں بھی آپ نے مجاہدانہ کردار ادا فرمایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے اندر جس طرح شرک و بدعات کے خلاف حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کر کے سنتِ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کو جلاء بخشی اور لوگوں کے دلوں میں نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت اور عقیدت کو راسخ کیا، اسی طرح حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ نے سندھ کے اندر یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ آپ کے سلسلہ روحانی اور تعلیمات کو پھیلانے میں آپ کی اولاد (پیران پگاڑہ اور پیران جھنڈو) اور خلفاء نے اہم کردار ادا کیا جس کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔

وفات: علم و عرفان کے اس عظیم پیشوا نے یکم شعبان المعظم ۱۲۳۴ ہجری کو وصال فرمایا، آپ کی عمر ۶۳ برس تھی۔ آپ کو درگاہ شریف گاؤں رحیم ڈنو کلھوڑو میں دفنایا گیا، لیکن بعد میں سن ۱۲۵۰ ہجری کو دریاءِ سندھ کی طغیانی کے باعث آپ کو موجودہ شہر پیر جو گوٹھ، کنگری ضلع خیرپور میرس میں منتقل کیا گیا۔ جہاں آپ کا روضہ اور خانقاہ موجود ہے۔

مشق

(الف) مندرجہ ذیل سوالات کے تفصیلی جوابات لکھیں:

۱۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی و روحانی خدمات تحریر کریں۔

۲۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کو "روضہ دھنی" کا لقب کیوں دیا گیا؟

(ب) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات لکھیں:

۱۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندانی نسب بیان کریں۔

۲۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

(ج) مندرجہ ذیل سوالات کے درست جواب پر " ✓ " کا نشان لگائیں:

۱۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب ملتا ہے:

(الف) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے　(ب) حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

(ج) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے　(د) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے

۲۔ آپ کا "گاؤں رحیم ڈنو کلھوڑو" واقع ہے:

(الف) شکارپور میں　(ب) سکھر میں

(ج) خیرپور میرس میں　(د) نواب شاہ میں

۳۔ حضرت محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی اقوال واحوال پر مشتمل کتاب ہے:

(الف) سندھی کلام　(ب) تحفۃ السالکین

(ج) جمع الجوامع　(د) ملفوظات شریف

۴۔ اسلام کی اشاعت کے لیے آبائی وطن چھوڑ کر سکونت اختیار کی:

(الف) سیہون　(ب) لک آری

(ج) آمری　(د) میہر

ہدایات برائے اساتذہ کرام

وہ طلبہ وطالبات کو حضرت پیر محمد راشد روضہ دھنی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کی خدمات سے آگاہ فرمائیں خاص طور پر:

- آزادئ وطن میں "حُر" تحریک کا کردار۔
- پیر جھنڈو میں مدرسہ دارالرشاد اور مکتبہ کا قیام۔
- اس خاندان پر "پاگارہ" اور "پیر جھنڈہ" نام پڑنے کی وجہ تسمیہ۔